

امام شاطبی کے بدعت کے موقف کا تحقیقی مطالعہ

A CRITICAL STUDY OF IMAM SHATIBI'S VIEW OF BIDAH (REPREHENSIBLE INNOVATION)

محمد شاہد خان * ڈاکٹر منظور احمد **

Abstract:

The Quran and Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) guide Muslims how to live and interact with each other in all spheres of life. Both dogma and practices are completely described. Muslims are advised to follow the tradition of the Prophet Muhammad and his companions. Therefore, the ideas or practices which are contrary to the Prophetic traditions are prohibited. The matters which are not in the tradition are bidah (innovations) and not recommended for practice. According to the lexical meaning, every new work whether it is good or bad, righteous or corrupt is said to be innovation. For this reason, the Islamic scholars have divided innovation. That's why without any discrimination innovation is considered as one unit and every new work that is invented after the era of the Prophet Muhammad and His followers, is not declared in disgrace, haram and misguidance. Imam Shatibi is one of the scholars who evaluated the concept of Bidah and elaborated its various forms and levels.

Keywords: Imam Shatibi, Bidah, Tradition, Innovation, Islamic fiqh

امام ابواسحاق شاطبی ساتویں صدی ہجری کے فقہ مالکی کے عظیم مجتہد تھے۔ امام شاطبی کا زمانہ علمی اعتبار سے عروج پر تھا۔ امام شاطبی کو اپنے زمانے میں امام علامہ ابو عبد اللہ المقرئ رحمہ اللہ اور امام جلیل ابن مرزوق جیسے بکثرت روزگار اساتذہ سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے اسلام کے مختلف موضوعات پر اہم کتب لکھیں اور فقہ مالکی میں نام پیدا کیا۔

امام شاطبی کا پورا نام ابراہیم بن موسیٰ بن محمد تھا۔ آپ بنو لخم کے خاندان کے چشم و چراغ تھے، بنو لخم کا سلسلہ حضرت ابراہیم سے جاملتا ہے اور ایک روایت کی رو سے حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں پھینکا تو انہیں جس شخص نے کنوئیں سے نکالا وہ ایک لخمی تھا۔ بنو لخم کا سلسلہ نصب یوں ہے۔ بنو لخم بن

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گول یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گول یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

عدی بن الحارث بن مرہ بن اود بن زید بن یثحب بن عریب بن زید بن کھلان بن سبا۔ آپ کی نسبت الغرناطی، الماکی اور الشاطبی اور کنیت ابواسحاق تھی۔^(۱)

امام شاطبی کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا، مشہور سوانح نگار محمد بن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں:

”ان تاریخ پیدائش مجھے معلوم نہ ہو سکی۔“

ان دو نسبتوں میں سے ایک نسبت الشاطبی ہے جو کہ اندلس کے مشہور شہر ”شاطبہ“ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بذات خود شاطبہ میں پیدا ہوئے یا پھر ان مہاجرین کی اولاد میں تھے جو شاطبہ سے نقل مکانی کر کے ”غرناطہ“ میں آکر آباد ہوئے۔^(۲)

آپ کے ساتذہ کرام میں وقت کے بڑے بڑے جید علماء شامل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابن الفخار الالبیری رحمہ اللہ۔ امام شاطبی ان کی وفات تک ساتھ رہے۔

۲۔ ماہر علوم لسانیہ، ابوالقاسم شارح مقصور حازم

۳۔ امام عصر ابو عبد اللہ التلمسانی

۴۔ امام علامہ ابو عبد اللہ المقری

۵۔ قطب الدائرہ شیخ ابو سعید بن لب

۶۔ امام جلیل ابن مرزوق

۷۔ ابو علی منصور بن محمد الزداوی

۸۔ علامہ مفسر ابو عبد اللہ البلسنی

۹۔ الحاج علامہ الخطیب ابو جعفر الشقوری

۱۰۔ ابو العباس القباب

۱۱۔ ابو عبد اللہ الحفار^(۳)

ان کے شاگردوں کی فہرست میں جو چند نام محفوظ رہ سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ابو یحییٰ بن عاصم ۲۔ القاضی المؤلف ابی بکر بن عاصم ۳۔ شیخ ابو عبد اللہ البلیانی^(۴)

امام شاطبی مکمل طور پر اسلاف کا نمونہ تھے۔ وہ سنت کی اتباع کرنے والے، متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد اور قاطع بدعت بزرگ تھے اور بدعت پرستوں سے دوستی اور تعلق رکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ بدعت پرستوں انہیں جو نفرت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگی میں انہیں اس گورہ کی طرف سے سخت ابتلا اور

آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ان کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہ ہوا۔ اس موقع پر آپ نے جو اشعار کہتے ان میں آپ فرماتے ہیں:

بلیت یا قومی والبلوای منوعة بمن ارریة حتی کاریر دینی

دفع لمضرۃ لاجلباً المصلحة فحسی اللہ فی عقلی وفی دینی

”اے میری قوم میں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ

وہ مجھے ہلاک کر دیں۔ میرا مقصد دفع مضر ت ہے۔ جلب مصلحت نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری عقل

اور میرے دین میں مجھے کافی ہے۔“ (۵)

امام شاطبی کی زندگی کا اکثر حصہ درس و تدریس، علمی مباحث، مسائل کے استنباط اور افتاء وغیرہ کی مصروفیت میں گزرا۔ کم عمری میں بڑے بڑے علماء پر فائق سمجھے جاتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ اہم مسائل میں اپنے شیوخ سے بحث مناظرہ کر کے ایک رائے قائم کرتے تھے۔ ان کی تمام تصانیف نہایت ہی عمدہ اور ان کی مہارت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ الاعتصام

ان کی یہ اہم تصنیف علم توحید اور علم عقائد کے موضوع پر مشتمل ہے۔ جس کے کل دس ابواب ہیں ان کا مقدمہ سید رشید رضا مصری نے لکھا ہے اور یہ عظیم الشان کتاب دارالکتب العربیہ قاہرہ سے تین حصوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ الموافقات

اس کا نام، عنوان التعریف باسرار (یا باصول) التکلیف ہے جو اصول فقہ میں جامعیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب مطبع دولت التونسیہ تونس سے چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ شرح علی الخلاصہ

اس کتاب کا موضوع علم نحو تھا۔ کتاب اصول نحو شیخ جمال الدین کی الفیہ کا دوسرا نام ہے۔ جس کی متعدد علماء نے شروع لکھی ہیں۔ ان میں امام شاطبی کی شرح بھی شامل ہے۔ جو چار بڑی جلدوں میں تھی۔ مگر اس وقت اس کا کسی کتب خانے میں موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب مصنف کی زندگی میں ہی ضائع ہو گئی تھی۔

۴۔ عنوان الاتقاق فی علم الاشتقاق

یہ کتاب علم الصرف کے موضوع پر لکھی گئی تھی جو مصنف کی زندگی میں ہی ضائع ہو گئی۔

۵۔ کتاب المجالس

یہ کتاب امام شاطبی نے اپنے مخصوص انداز میں بخاری کی کتاب البیوع کی شرح لکھی تھی۔

۶۔ کتاب الافادات والانشادات

امام شاطبی کی یہ کتاب دو کراسوں میں ہے اس میں ادبی لطائف اور نکات بیان کیے گئے ہیں۔^(۶)
ان کی وفات بروز بدھ ۸ شعبان ۷۹۰ ہجری میں ہوئی اور غرناطہ کی خاک میں اسودہ ہوئے۔^(۷)

بدعت کا لغوی معنی

امام شاطبی کے نزدیک بدعت کا موقف بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ائمہ لغت نے اس کو کس مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ "البدعة" عربی زبان کا لفظ ہے جو "بدع" سے مشتق ہے اس کا معنی کسی سابقہ مادہ، اصل، مثال، نمونہ یا وجود کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا ہے۔ دوسرے معنوں میں کسی چیز کو نیست سے ہست کرنے اور عدم محض سے وجود میں لانے کو عربی زبان میں "ابدع" کہتے ہیں۔
شیخ راغب اصفہانی^۷ متوفی ۵۰۲ھ بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انشاء صنعة بلا احتذاء واقتداء، واذا استعمل في الله تعالى فهو ايجاد الشيء
بغير آلة ولا مادة ولا زمان ولا مكان، وليس ذلك الا لله"^(۸)

(کسی چیز کو ابتداء کسی مثال کے بغیر بنانا اور جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر آلہ، بغیر زمان و مکان کے بنانا۔)

شیخ جمال الدین محمد بن مکرّم ابن منظور افریقی^۸ متوفی ۷۱۱ھ بدعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"البدعة: الحدث وما ابتدع من الدين بعد الاكمال"^(۹)

(بدعت کا معنی ہے: حدث، نیا کام، دین کے مکمل ہونے کے بعد اس میں کوئی نئی چیز نکالی جائے۔)

شیخ خلیل احمد فراہیدی^۹ متوفی ۷۸۶ھ بدعت کے بارے میں قمطر از ہیں:

"احداث شئ لم يكن له من قبل خلق ولا ذكر ولا معرفة"^(۱۰)

(بدعت سے مراد کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا ہے کہ اس سے قبل نہ وہ چیز تخلیق کی گئی ہو نہ ہی اس کا ذکر اور معروف ہو۔)

شیخ ابن فارس^{۱۰} متوفی ۱۰۰۴ھ بدعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ابتداء الشيء و صنعه لا عن مثال"^(۱۱)

(کسی سابقہ مثال کے بغیر کسی چیز کا آغاز کرنا یا بنانا بدعت کہلاتا ہے۔)

سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ بدعت کا معنی بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں:

"کما یقال جئت بامر بدیع ای محدث عجیب، لم یعرف قبل ذالک" (۱۲)

(جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایک نیا کام لایا یعنی ایسی عجیب جدت جو اس سے قبل معروف نہ

تھی۔)

لونس معلوف متوفی ۱۳۶۵ھ المنجد میں بدعت کا لغوی معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اختراعه و صنعہ لاعلی مثال" (۱۳)

(بدعت کا معنی کسی سابقہ مثال کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا اور بنانا ہے۔)

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی میں بدعت کا مادہ: باء، دال، عین، جب یہ تینوں حروف اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھے استعمال ہوں تو ان کا معنی یہ ہو گا کہ کسی چیز کی ابتداء یا بغیر کسی نمونے کے کوئی چیز بنانا۔ ایک تو یہ کہ وہ چیز پہلے نہ تھی نئے سرے سے اس کو بنایا جا رہا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کا ڈھانچہ پہلے نہیں تھا تو اس طرح لفظ بدعت کا لغوی معنی یہ ہوا کہ کوئی ایسی چیز معرض وجود میں لانا جس کا ڈھانچہ پہلے موجود نہ ہو اور اس کو بغیر کسی سابقہ مثال کے ایک وجود دینا، ایجاد کرنا بدعت ہے۔

بدعت کا اصطلاحی معنی

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی متوفی ۶۶۸ھ بدعت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وان كانت في خلاف ما امر الله به ورسوله فهي في حيز الذم والانكار" (۱۴)

(اگر وہ بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو تو وہ مقام ذم میں ہوگی۔)

شیخ علی بن احمد ابن حزم اللاندلسی متوفی ۴۵۶ھ بدعت کی تعریف اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"والبدعة كل ما قيل او فعل مما ليس له اصل فيما نسب اليه ﷺ وهو في

الدين" (۱۵)

(بدعت ہر اس قول و فعل کو کہتے ہیں جس کی کوئی دین میں اصل نہ ہو اور اسکی نسبت

حضور ﷺ کی طرف کی جائے۔)

شیخ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ کے نزدیک وہ کام ہے جس سے شریعت کا کوئی حکم ختم ہو

جاتا ہو۔ چنانچہ بدعت کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"المنهى بدعة تضاد سنة ثابتة و ترفع امر امن الشرع مع بقاء علتہ" (۱۶)

(ممنوع بدعت وہ ہوتی جو سنت ثابتہ سے متضاد ہو اور اس سنت کی علت کے ہوتے ہوئے امر

شریعت کو اٹھا دے۔)

شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلامؒ متوفی ۶۶۰ھ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"البدعة فعل مالم يعهد في عصر رسول الله ﷺ" (۱۷)

(بدعت سے مراد وہ فعل ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ کیا گیا

ہو۔)

شیخ ابو زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ متوفی ۶۷۶ھ بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"البدعة في الشرع هي احداث مالم يكن في عهد رسول الله ﷺ" (۱۸)

(شریعت میں بدعت سے مراد وہ امور ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ

تھے۔)

شیخ تقی الدین احمد بن عبدالعلیم ابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ بدعت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"فإن البدعة الشرعية التي هي ضلالة ما فعل بغير دليل شرعي" (۱۹)

(بدعت شرعی وہ گمراہی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔)

مذکورہ بالا بدعت کی اصطلاحی تعریفات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جس کی کوئی

شرعی دلیل پہلے سے کتاب و سنت اور آثار صحابہ میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ لیکن ہر بدعت غیر پسندیدہ یا ناجائز

نہیں ہوتی صرف وہ بدعت ناجائز ہوتی ہے جو کتاب و سنت اور شریعت کے واضح احکامات کے خلاف ہوتی ہے

۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ بدعت ضلالت اس عمل کو کہتے ہیں جو واضح طور پر کسی متعین

سنت کے ترک کا باعث بنے اور جس عمل سے کوئی سنت ترک نہ اور وہ ناجائز نہیں بلکہ مباح ہے۔ اس طرح یہ بات

بھی سامنے آتی ہے کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر مطعون کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی کام کو ہی

بدعت کہا جائے گا جس سے کسی سنت کا ترک لازم آتا ہو یا وہ شریعت کے کسی حکم کے خلاف ہو۔ اس کے ساتھ

ساتھ وہ قرآن و حدیث کے کسی حکم سے نہ ٹکراتی ہو تو وہ مباح اور جائز ہے۔ اسے محض بدعت یعنی نیا کام ہونے کی

بنا کر وہ یا حرام کہہ دینا یہ قرآن و سنت کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔

بدعت قرآن حکیم کی روشنی میں

﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّهٗ اَيْقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (۲۰)

(وہی آسمانوں اور زمین کو (عدم سے) وجود میں لانے والا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے

کا ارادہ فرماتا ہے تو صرف اتنا فرماتا ہے کہ ہو، جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔)

﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ (۲۱)

(وہ اللہ ہی ہے جو) آسمانوں اور زمینوں کا وجود میں لانے والا ہے۔)

﴿مَا كُنْتُمْ بِدُعَاءِ الرَّسُولِ﴾ (۲۲)

(آپ فرمادیں میں کوئی پہلا رسول نہیں آیا (بلکہ پہلے بھی رسول آئے ہیں۔)

﴿وَرَهْبَانِيَّةٍ ابْتَدَعُوا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ (۲۳)

(اور رہبانیت (دنیا کو ترک کر کے اللہ کی عبادت کرنا) کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر (انہوں نے یہ بدعت) محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (ایجاد کی تھی) پھر اس پر استقامت کو جو حق تھے وہ اسی طرح اس کے حق کی رعایت نہ کر سکے۔)

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہو گیا کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا ہر مرحلہ بدعت ہے اور اسے عدم سے وجود میں لانے والی ذات باری تعالیٰ بدیع ہے۔

بدعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

"عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"، (۲۴)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے دین میں کوئی اسی نئی بات پیدا کرے جو اس کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔)

"عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد"، (۲۵)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے دین میں کوئی اسی نئی بات پیدا کرے جو اصلاً اس کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔)

"عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: "من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد"، (۲۶)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے کسی حکم کے خلاف تھا تو وہ مردود ہے۔)

"عَنْ جَرِيرِ بْنِ رَضِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِهُمْ"

شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَرَمَنَ عَمَلِ بِهَا مِنْ
بَعْدِهَا مِنْ غَيْرِ إِنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْ ذَارَهُمْ شَيْءٌ“ (۲۷)

(حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اپنے اس عمل کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عملوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے اس طریقہ پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر سے ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس برے طریقہ پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی گناہ اس طریقہ کے ایجاد کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔)

”خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَيْلَةَ فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَا لِنَاسٍ
أَوْزَاعَ مَتَفَرِّقُونَ يَصِلِي الرَّجُلَ لِنَفْسِهِ وَيَصِلِي الرَّجُلَ فِيصِلِي بِصَلَاتِهِ
الرَّهْطِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أِنِّي أَرَى لَوْ جُمِعَتْ هَوْلَاءُ عَلَى قَارِيٍّ وَاحِدٍ لَكَانَ امْتِثَالُ ثَمَرِ
عُزْمٍ فَجَمَعَهُمْ عَلَى ابْنِ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ أُخْرَى وَالنَّاسُ يَصِلُونَ
بِصَلْوَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَعَمْ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (۲۸)

(میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ۔ آپؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہوگا، پس آپؓ نے ابی بن کعب کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں أَخْدَثٌ، مَا لَيْسَ مِنْهُ، مَا لَيْسَ فِيهِ کے الفاظ توجہ طلب ہیں۔ عرف عام میں احداث کا معنی ”دین میں کوئی چیز ایجاد کرنا“ ہے اور مالیس سے مراد جو دین میں نہ ہو، حدیث کے اس مفہوم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر احداث سے مراد ”دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا“ ہے تو مالیس منہ (جو اس میں سے نہ ہو) یا مالیس فیہ (جو اس میں اصلاً نہ ہو) فرمانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کیونکہ اگر وہ چیز دین میں سے تھی یعنی دین کا حصہ تھی تو اسے نئی نہیں کہا جاسکتا کہ محدثہ (نئی چیز) کو ہی کہتے ہیں۔ جو پہلے دین میں موجود نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پر غور کرنے سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ وہ نیا کام مردود ہوگا جو دین کے خلاف ہوگا اور جو نیا کام دین کے دائرے میں داخل ہو وہ مردود نہیں گا۔ منہ احداث فی امرنا هذا مالیس منہ / فہورد کا اطلاق نہ صرف مالیس منہ پر ہوتا ہے بلکہ اسکا صحیح اطلاق اس صورت پر ہوگا جہاں دونوں

چیزیں اُحدَث، اور مائیس فیہ جمع ہو جائیں یعنی مردود وہی عمل ہو گا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی مثال یا دلیل بھی دین کے خلاف ہو اور جس کی کوئی مثال یا دلیل دین کے خلاف نہ ہو تو وہ جائز گا۔ پس محدثہ کے بدعت اور گمراہی قرار دینے کے لیے دو شرائط سامنے آگئی۔

نمبر ۱: دین میں اسکی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

نمبر ۲: یہ محدثہ نہ صرف دین کے مخالف ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور احکام سنت کے خلاف بھی ہو۔

مذکورہ بالا تیسری حدیث شریف میں مائیس علیہ امر ناسے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام خواہ وہ اچھا ہی کیوں نہ ہو اگر قرآن و سنت سے کوئی دلیل موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم بالکل غلط اور لاعلمی پر مبنی ہے کیوں کہ اگر یہ معنی مراد لیا جائے تو جس کام کے کرنے پر امر قرآن و سنت نہ ہو وہ مردود اور حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات بھی قابل رد ہوں گے۔

مذکورہ بالا احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ صرف وہ کام مردود ہو گا جس کی کوئی اصل، قرآن و سنت میں نہ ہو اور اسے ضروریات دین، واجبات اسلام اور اساسی عقائد شریعت میں اس طرح شمار کر لیا جائے کہ اسے اساسیات دین میں اضافہ سمجھا جانے لگے یا اس سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں اصلاحی بیشی واقع ہو جائے، آپ ﷺ کے فرمان۔ کل بدعة ضلالة سے بھی بدعت مراد ہے، نہ کہ ہر نئے کام کو "ضلالة" کہا جائے گا۔ یہی احداثی الدین، اسلام کی مخالفت اور دین میں فتنہ تصور ہو گا۔

امام شاطبی کے بدعت کے موقف کا تحقیقی مطالعہ

امام ابواسحاق شاطبی بدعت کا مفہوم اور بدعت کی تقسیم ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”هذا الباب يضطرا الى الكلام فيه عند النظر فيما هو بدعة وما ليس ببدعة فان كثيراً من الناس عدوا اكثر المصالح المسرسة بدعاً ونسبوا الى الصحابة والتابعين وجعلوها حجة فيما ذهبوا اليه من اختراع العبادات وقوم جعلوا البدع تنقسم باقسام احكام الشريعة - فقالوا: ان منها ما هو واجب ومندوب، وعدوا من الواجب كتب المصحف وغيره، ومن المندوب الاجتماع في قيام رمضان على قارى واحد“ (۲۹)

(اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے۔ ایک قوم نے احکام شریعہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب

ہیں اور بعض مستحب ہیں۔ انہوں نے بدعت واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔

امام شاطبی مصالِح مرسلہ اور بدعت حسنہ کے جواز کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"وايضاً فان المصالح المرسله يرجع معناها الى اعتبار المناسب الذي لا يشهد له اصل معين فليس له على هذا شاهد شرعي على الخصوص، ولا كونه قياساً بحيث اذا عرض على العقول تلقته بالقبول. وهذا بعينه موجود في البدع المستحسنة. فانها راجعة الى امور في الدين مصلحت في زعم واضعها. في الشرع على الخصوص. واذا ثبت هذا فان كان اعتبار المصالح مرسله حقاً فاعتبار البدع المستحسنة حق لانها يجريان من واد واحد، وان لم يكن اعتبار البدع حقاً. لم يصح اعتبار المصالح مرسله" (۳۰)

(مصالِح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار سے مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایک قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کی جائے تو وہ اسے قبول کرے اور یہ چیز بعینہ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعت حسنہ ایجاد کرنیوالوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہے تو مصالِح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مال ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعت حسنہ کا اعتبار صحیح نہ تو مصالِح مرسلہ کا اعتبار بھی درست نہیں ہوگا۔)

علامہ شاطبی بدعت حسنہ کے جواز پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان اصحاب رسول الله ﷺ اتفقوا على جمع المصحف وليس تم نص على جمعه وكتبه ايضاً. بل قد قال بعضهم: كيف نعمل شيئاً لم يفعله رسول الله ﷺ فروى عن زيد بن ثابت ﷺ قال: ارسل الى ابوبكر ﷺ مقتل (اهل) اليمامة. واذا عنده عمر ﷺ. قال ابوبكر ﷺ: (ان عمر ﷺ اتاني فقال): ان القتل قد استحر بقراء القرآن يوم اليمامة. واني اخشى ان يستحر القتل بالقراء في المواطن كلها فيذهب قرآن كثير. واني ارى ان تأمر بجمع القرآن. (قال): فقلت له: كيف اعمل شيئاً لم يفعله رسول الله ﷺ فقال لي: هو والله خير. فلم يزل عمر يراجعني في ذلك حتى شرح الله صدرى له ورائيت في الذي راى عمر ﷺ" (۳۱)

(رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا۔ لیکن بعض نے کہا کہ ہم اس کام کو کیسے کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھے بلایا جبکہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر فاروقؓ بھی ان کے پاس تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ قراء کے مختلف جگہوں پر شہید ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ سے کہا میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تو انہوں نے مجھے کہا خدا کی قسم یہ اچھا ہے پھر حضرت عمرؓ اس بارے میں مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے بھی وہ کچھ دیکھ لیا جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا۔)

امام شاطبیؒ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع و تدوین قرآن کو بدعت حسنہ کی دلیل بناتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

"قال زيد: فقال ابو بكر ﷺ: انك رجل شاب عاقل لا نتهمك. قد كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ، فتبع القرآن فاجمعه. قال زيد: فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان اثقل علي من ذلك. فقالت كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله ﷺ فقال ابو بكر ﷺ: هو والله خير. فلم يزل يراجعني في ذلك ابو بكر ﷺ حتى شرح لذي شرح له صدورهما فتتبع القرآن اجمعه من الرقاع والعصب واللخاف. ومن صدور الرجال. فهذا عمل لم ينقل فيه خلاف عن احد من الصحابة" (۳۲)

(حضرت زید کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا آپ نوجوان آدمی اور صاحب عقل و دانش ہو اور آپ کی قرآن فہمی پر کسی کو اعتراض بھی نہیں اور آپ ﷺ آقا علیہ السلام کی وحی کو بھی لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کر دیں تو حضرت زید نے کہا خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑوں میں کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیں تو وہ میرے لیے اس کام سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔ میں کہا کہ آپ اس کام کو کیوں کر رہے ہو جسے آقا علیہ السلام نے نہیں کیا تو ابو بکرؓ نے کہا خدا کی قسم اس کام میں بہتری ہے۔ تو میں برابر حضرت ابو بکرؓ سے بحث

کرتارہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید کو کھجور کے پتوں، کپڑے کے ٹکڑوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کر دیا۔ یہ وہ عمل ہے جس پر صحابہ کرام میں سے کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا گیا۔)

امام شاطبی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک قراءت پر جمع کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

"حق اذانسخوا الصحف في لمصاحف. بعث عثمان في كل افق بمصحف من تلك المصاحف التي نسخوها. ثم امر بما سوى ذلك من القراءة في كل صحيفة او مصحف ان يحرق. ولم يرد نص عن النبي ﷺ بما صنعوا من ذلك. ولكنهم راوه مصلحة تناسب تصرفات الشرع قطعاً فان ذلك راجع الى حفظ الشريعة. والامر يحفظها معلوم. والى منع الدريعة للاختلاف في اصلها الذي هو القرآن. وقد علم النهي عن الاختلاف في ذلك بما لا مزيد عليه. واذا استقام هذا الاصل فاحمل عليه كتب العلم من السنن وغيرها اذا خيف عليها الاندرا. زيادة على ما جاء في الاحاديث من الامر بكتب العلم" (۳۳)

(حتی کے جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلادیا جائے۔ حالانکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شریعہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قراءت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف پیدا نہ ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔)

مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں امام شاطبی کا بدعت کے بارے میں موقف معلوم ہو جاتا ہے۔

بدعت کے حوالے امام شاطبی کے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مصالح مرسلہ سے مراد یہ کہ زمانہ ماضی میں کسی کام کا زمانہ حال میں جاری رہنا جب تک کہ اس کام کے منع پر کوئی دلیل نہ ہو۔ مصالح مرسلہ پر کوئی معین شاہد نہیں ہوتی بلکہ مصالح مرسلہ ایسے قیاس کے زمرے میں داخل ہے کہ جب اس کو عقل کے پیمانے پر پرکھیں تو عقل سلیم اس کو قبول کرے، جبکہ بدعت حسنہ کی بنیاد اور اصل شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مصالح مرسلہ درست ہے تو بدعت حسنہ کا اعتبار کرنا بھی درست ہے ورنہ اس کے برعکس ہوگا۔ بدعت کی تقسیم احکام شرعیہ کے مطابق کی گئی ہے۔ امام شاطبی کے نزدیک بدعت کی درج ذیل اقسام سامنے آتی ہیں۔ بدعت واجب، بدعت مستحب، بدعت حسنہ۔

امام شاطبی کے نزدیک بدعت حسنہ کی دلیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن پاک کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنا ہے۔ اسی طرح شیخ کے نزدیک دوسری دلیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ کرام کو ایک قراءت پر جمع کرنا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کی تکذیب نہ کریں۔ اسی طرح حدیث اور فقہ کی کتب کو مدون کرنا بھی بدعت حسنہ کے زمرے میں آتا ہے تاکہ شریعت محفوظ رہے۔ اس مذکورہ بالا بحث سے بدعت کی تین اقسام سامنے آتی ہیں۔

۱۔ بدعت واجبہ

امام شاطبی بدعت واجبہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ کام جو اپنی ہیئت میں تو بدعت ہو لیکن اس کا وجود واجب کی طرح دین کی ضرورت بن جائے اور اسے ترک کرنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے قرآنی آیات پر اعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کا درس و تدریس، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، دینی مدارس کا قیام، درس نظامی کے نصاب ان کی اصطلاحات اور قدریہ، جبریہ، مرجیہ، جہمیہ اور مرزائی وغیرہ کا رد" بدعات واجبہ ہیں۔" (۳۳)

۲۔ بدعت مستحبہ

امام یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ بدعت مستحبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جو کام اپنی ہیئت اور اصل میں نیا ہو لیکن شرعاً ممنوع ہو نہ واجب، بلکہ عام مسلمان اسے ثواب اور مستحسن امر سمجھ کر کریں تو یہ بدعت مستحبہ کہلاتا ہے۔ اس کے نہ کرنیوالا گناہگار نہیں ہوتا لیکن کرنے والے کو ثواب ملتا ہے جیسے مسافر خانے، مدارس کی تعمیر، اور وہ اچھی بات جو پہلے نہیں تھی اس کا ایجاد کرنے، جیسے نماز تراویح کی جماعت، تصوف و طریقت کے باریک مسائل کا بیان، محافل میلاد، محافل عرس وغیرہ جنہیں عام مسلمان ثواب کی خاطر منعقد کرتے ہیں اور شرکت نہ کرنیوالا گناہگار نہیں ہوتا۔" (۳۵)

۳۔ بدعت حسنہ

بدعت حسنہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جس کی اصل، مثال یا نظیر کتاب و سنت میں موجود ہو اور وہ احکام شریعت سے متخالف و متناقض نہ ہو بلکہ شریعت کے مستحسنات کے تحت داخل ہو۔

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ بدعت حسنہ کی تعریف اور تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بدعت سے مراد ایسے نئے امور کا پیدا کیا جانا ہے جس کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان امور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہے ہو تو وہ بدعت سنیہ یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہوگا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ وجب، مندوبہ، محرّمہ، مکروہہ اور حرام۔“ (۳۶)

خلاصہ بحث

ہر عمل کو اس طرز پر اور اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا کہ یہ عمل حضور اکرام ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں اور بعد میں کب شروع ہوا بلکہ اس کو پرکھنے کے لئے ہمیں یہ امر سامنے رکھنے چاہیے کہ کسی عمل کی ہیئت کبھی رسم و رواج پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی اس کام میں حکمت کار فرما ہوتی ہے اور کبھی کئی مصلحتیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر کسی عمل کی اصل قرآن و سنت سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ طعن و گمراہی یا گناہ وغیرہ نہیں رہتا اور اگر بالفرض محال قرآن و سنت سے ثابت نہ بھی ہو لیکن اس سے قرآن و سنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی وہ کسی قسم کی قباحت کا باعث نہیں بنتا اور نہ ہی اس پر طعن جائز ہے۔ کوئی بھی کام اس وقت تک ناجائز اور حرام قرار پاتا ہے جب وہ شریعت اسلام کے کسی حکم کی مخالفت کر رہا ہو اور اسے ضروریات دین سمجھ کر قابل تقلید ٹھہرایا جائے یا پھر اسے ضروریات دین شمار کرتے ہوئے اس کے نہ کرنے والے کو گناہگار اور کرنے والے کو ہی مسلمان سمجھا جائے، تو اس صورت میں بلاشبہ جائز اور مباح بدعت بھی ناجائز اور فتیح بن جاتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، مترجم، عبدالرحمن گیلانی، (لاہور، پاکستان: مرکز تحقیق دیال سنگ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۹۳ء)، ج ۱، ص ۱۲
- ۲۔ ایضاً، ص ۱۳
- ۳۔ ایضاً،
- ۴۔ ایضاً، ص ۱۴
- ۵۔ ایضاً
- ۶۔ ایضاً، ص ۱۵
- ۷۔ ایضاً، ص ۱۴
- ۸۔ اصفہانی، راغب، المفردات (ملہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۸ھ)، ج ۱، ص ۴۹
- ۹۔ افریقی، ابن منظور، لسان العرب (بیروت، لبنان: دارصادر)، ج ۸، ص ۶
- ۱۰۔ الفراء، خلیل احمد، العین (ریاض، سعودی عرب: دار الرشید للنشر)، ج ۲، ص ۵۴
- ۱۱۔ ابن فاس، معجم مقاییس اللغۃ (بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ)، ج ۱، ص ۲۰۹
- ۱۲۔ الزبیدی، محمد مرتضیٰ حسینی، تاج العروس من جواهر القاموس (بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۹۹۴ء)، ج ۱۱، ص ۸
- ۱۳۔ لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ (بیروت، لبنان: دارالمشرق، ۱۹۷۳ء)، ص ۲۹
- ۱۴۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن (بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی)، ج ۲، ص ۸۷
- ۱۵۔ ابن حزم، علی بن احمد الاندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام (فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتعریف، ۱۴۰۴ھ)، ج ۱، ص ۲۷
- ۱۶۔ غزالی، محمد بن احمد، احیاء علوم الدین (قاہرہ، مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۹۳۳ء)، ج ۲، ص ۳
- ۱۷۔ عبدالسلام، عزالدین، قواعد الاحکام فی مصالح الاتام (بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۶ھ)، ج ۲، ص ۳۳۷
- ۱۸۔ نووی، یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم (کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء)، ج ۱، ص ۲۸۶
- ۱۹۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالعلیم، منہاج السنۃ (قاہرہ، مصر: مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق)، ج ۴، ص ۲۲۴
- ۲۰۔ البقرہ، ۲: ۱۱۷

- ۲۱۔ الانعام، ۶: ۱۰۱
- ۲۲۔ الاحقاف، ۲۴: ۹
- ۲۳۔ الجرید، ۵۷: ۲۷
- ۲۴۔ مسلم، ابن حجاج، صحیح مسلم، (مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مطبوعہ دارالمغنی للنشر والتوزیع)، رقم الحدیث: ۱۷۱۸
- ۲۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من الامور رسول اللہ، (بیروت، لبنان: دار ابن کثیر)، رقم الحدیث: ۲۶۹۷
- ۲۶۔ ایضاً، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۱۹
- ۲۷۔ ایضاً، مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۱۷
- ۲۸۔ ایضاً، بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: ۲۰۱۰
- ۲۹۔ شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، (بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۹۸۲ء) ج ۱، ص ۱۱۱
- ۳۰۔ ایضاً، شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، ج ۱، ص ۱۱۱
- ۳۱۔ ایضاً، ص ۱۵
- ۳۲۔ ایضاً
- ۳۳۔ ایضاً
- ۳۴۔ ایضاً، الاعتصام، ج ۲، ص ۱۱۱
- ۳۵۔ نووی، یحییٰ بن شرف، تہذیب الاسماء واللغات، (بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ)، ج ۱، ص ۲۲
- ۳۶۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (لاہور، پاکستان: دارنشرالکتب الاسلامیہ، ۱۴۱۰ھ)، ج ۴، ص ۳۵۳